UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

عصرِ حاضر میں اسلامی فلاحی مملکت کے راہنما اصول
(ریاستِ مدینہ اور تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں)

The Islamic State of Madinah: An Examination of the Modern-day Islamic Welfare State Paradigm

Bakht Shaid
Ph.D Scholar, Department of Hadith & Its Sciences,
International Islamic University, Islamabad
Email: bakhtshaid@gmial.com

Dr. Hafiz Muhammad Sani
Chairman Department of Quran o Sunnah
Federal Urdu University, Karachi
Email: msani@fuuast.edu.pk

Aziz Ahmad
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Malakand
Email: azizroomi92@gmail.com
DOI:

ABSTRACT:

At the time of Hazrat Muhammad's prophecy, there was no Islamic state. For thirteen years in Makkah, he focused solely on individual reform and characterization. By his tireless efforts, he cultivated a group of individuals with exceptional character and distinguishing characteristics. Following this, he moved to Madina and built a welfare Islamic state based on monotheism, brotherhood, peace, and harmony, as well as the teachings of the Quran and Sunnah. This state provided equality, justice, and protection for its citizens' rights. It was completely peaceful and harmonious, and it attempted to build good relations with other nations. Because of the best norms and policies of the Madina State, Islam's message of success and peace extended successfully to its various parts. As a result, its domain grew day by day. The success of the Muslim administration is due to its adherence to the Madina State's norms. These guidelines and standards are sufficient for complete achievement in this life and the next. In the state, there will be complete peace and concord, socioeconomic success, and a scene of brotherhood sympathy.This article provides a brief overview of the Madina State, as well as the Islamic Welfare State's norms and regulations, as well as the concept of an Islamic Ideal State.

***Key Words**: Madina, Welfare State, Quran, Sunnah, Harmony, Peace.*

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

سرورِ کائنات، امام الانبیاء، حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی اہلِ ایمان کے لیے سرچشمہ ہدایت و راہنمائی ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب، فخر دو عالم، سرورِ کائنات، محسنِ انسانیت ﷺ کو آخری رسول، فائنل رول ماڈل اور کامل اسوہ حسنہ بناکر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کی مثالی تعلیمات اور اسوہ حسنہ ہر عہد اور ہر دور میں مسلمانوں کی قوت و رفعت کا سرچشمہ اور ان کی قومی، ریاستی اور ملی نظام کی تشکیل و تعمیر کا بنیادی عنصر رہا ہے۔

یہ ایک تاریخ ساز حقیقت ہے کہ محسنِ انسانیت، پیغمبرِ رحمت، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت تاریخ کے ایسے دور میں ہوئی، جب پوری دنیا میں کہیں بھی مثالی فلاحی اسلامی ریاست کا وجود نہ تھا، جس کی بنیاد اسلامی نظریہ حیات اور عقیدہ توحید پر قائم ہو، اور جس کے رجالِ کار وارباب اقتدار، دیانت وامانت، خود احتسابی، احساسِ ذمّہ داری، فرض شناسی اور جواب دہی کے تصوّر سے واقفیت رکھتے ہوں۔ روئے زمین، عالمی تہذیبیں اور اقوام عالم ایک مثالی، فلاحی اور منظّم ریاست کے خلا کو محسوس کررہا تھا، جس میں قانون کی بالادستی اور عدل وانصاف کی فراہمی ہو، جہاں قومی و ملکی اثاثوں کو آباء واجداد کی میراث اور ذاتی ملکیت نہ سمجھا جاتا ہو، بلکہ اس کی اساس خوفِ خدا، پرہیزگاری، دیانت وامانت، احساسِ ذمّہ داری، اعلیٰ اخلاقی وآفاقی اقدار اور ابدی اصولوں پر استوار ہو، سرورِ کائنات، امام الانبیاء، سیّدالمرسلین، حضرت محمد ﷺ کی مثالی تعلیمات، اعلیٰ اخلاقی اقدار اور بے مثال سیرتِ طیبہ نے اس خلا کو فکری وعملی دونوں سطحوں پر پُر کیا اور عالمِ انسانیت کو ریاست و جہاں بانی کے ایسے آفاقی اصول و ضوابط عطا فرمائے، جن کی افادیت اور اخلاقی اہمیت سے انسانی تہذیب اور اقوامِ عالم کبھی بھی مستغنی نہیں ہوسکتے۔ آپ ﷺ نے تاریخِ انسانیت میں پہلی مرتبہ میثاقِ مدینہ کی شکل میں دستورِ ریاست نافذ کیا۔[1] جس میں ریاستی اقدار واخلاق اور تنظیم وترقی کے حوالے سے بنیادی اصول فراہم کئے۔ جہاں خدا خوفی، خود احتسابی، دیانت وامانت، احساس ذمّہ داری اور عدل وانصاف کو ریاست و مملکت کے نظام اور قوانین میں اولیت اور بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ آپ ﷺ نے دیانت وامانت کے اصولوں، اعلیٰ اخلاقی اقدار، اپنے کردار وعمل، مثالی تعلیمات اور اسوہ حسنہ سے ریاستِ مدینہ کو دنیا کی سب سے بڑی اور مستحکم مملکت بنادیا، جس کی حدود دس لاکھ مربع میل سے زیادہ رقبے پر محیط تھیں، جس کے دیرپا اور ہمہ گیر اثرات عہدِ خلافت راشدہ اور بعد کے اسلامی ادوار میں نظر آئے۔ جس کی عظمت وشوکت کے آگے قیصر وکسریٰ کے اقتدار کا سورج غروب ہوگیا، جس کے سائے میں انسانیت کو عدل ومساوات، توحید کا نور، امن وسلامتی، رواداری، انسان دوستی، خدمتِ خلق اور اخوت کا مثالی جذبہ میسر آیا۔ جس کی اعلیٰ اخلاقی اقدار، مثالی تعلیمات اور دستورِ حیات سے آج بھی انسانیت کو مفر نہیں، اس کی اتباع اور پیروی ہی میں بنی نوع آدم کی فلاح اور نجات کا راز پوشیدہ ہے۔ آپ ﷺ کی ان بیش قیمت تعلیمات اور قائم کردہ ریاست کے تناظر میں اسلامی فلاحی مملکت کے تصور کا جائزہ پیش کرنا یہاں مقصود ہے۔

ریاست کا تعارف:

لفظ "ریاست" کی اصطلاح عربی زبان کے لفظ "رئیس" سے اخذ کی گئی ہے، اور "رئیس" کے معنٰی ہیں: سردار، سربراہ۔ جس کا مادہ: "راس" ہے، جیساکہ علامہ ابن منظور فرماتے ہیں: رَأَسَ القومَ صار رئيسَهم ومُقَدَّمَهم[2] رَاَسَ القومَ کا معنٰی ہے قوم کا رئیس اور سردار بننا۔ انگریزی زبان میں ریاست کے لئے لفظ "اسٹیٹ" (State) کا استعمال ہوتا ہے جو دراصل لاطینی زبان کے سٹیٹس رائی پبلکئے (Status Rei Publicae) سے لیا گیا ہے، اور اس لاطینی لفظ کا معنٰی ہے: "عوامی معاملات کا قیام"[3]

ریاست کا اطلاق مختلف معانی پر ہوا ہے مگر اسلامی معاشرے میں ریاست سے مراد محض چند ادارے اور ہیئتیں نہیں ہیں بلکہ اسلامی معاشرے میں ریاست ایک نامیاتی وجود بن جاتی ہے، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ معاشرے کی ساخت، عوام کے کردار اور تصورات کے ساتھ براہِ راست وابستہ ہے اور اس میں عوام اور حکمرانوں کے درمیان ایک مستقل رابطہ اور تعلق کار موجود رہتا ہے۔[4]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

مدینہ منورہ کا تعارفی و تاریخی جائزہ:

مدینہ منورہ کا پرانا نام یثرب تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام تبدیل کرکے طیبہ رکھا، جیسا کہ حضرت جابر بن سمرة ☐ فرماتے ہیں: «كانوا يسمون المدينة يثرب، فسماها رسول الله صلى الله عليه وسلم طيبة»[5] "لوگ مدینہ منورہ کو یثرب کے نام سے پکارتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام طیبہ رکھا۔" جبکہ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ میں مدینہ کا نام طیبہ رکھوں۔[6] صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام طابہ رکھا۔[7] علامہ ابن منظور افریقیؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں: قال ابن الأَثير يَثْرِبُ اسم مدينة النبي صلى الله عليه وسلم قديمة فغَيَّرها وسماها طَيْبَةَ وطابةَ كَراهِيةَ التَّثْرِيبِ وهو اللَّوْمُ والتَعْيير وقيل هو اسم أَرَضِها وقيل سميت باسم رجل من العَمالِقة[8]

"ابن اثیرؒ کا کہنا ہے کہ یثرب مدینہ منورہ کا پرانا نام ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کو تبدیل کرکے مدینہ منورہ کا نام طَیبہ اور طابہ رکھا، تثریب کی ناپسندیدگی کی وجہ سے، کیونکہ تثریب کا معنیٰ ہے ملامت کرنا اور عار دلانا۔ جبکہ ایک قول یہ ہے کہ یثرب اس سرزمین کا نام تھا، اور ایک قول کے مطابق عمالقہ کے ایک شخص کا نام تھا۔"

علامہ یاقوت حمویؒ کا رجحان اس طرف ہے کہ مدینہ منورہ کا نام یثرب اس لئے رکھا گیا تھا کہ اس میں سب سے پہلے جس شخص نے سکونت اختیار کی تھی اس کا نام یثرب بن قانیہ بن مھلائیل بن ارم بن عبیل بن عوض بن ارم بن سام بن نوح (علیہ السلام) تھا۔ اور اس کو مدینۃ الرسول اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس شہر میں رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمایا۔[9] علامہ یاقوت حمویؒ نے مدینہ منورہ کے حسبِ ذیل اُنتیس (29) نام ذکر کئے ہیں: "مدینہ، طَیبہ، طابہ، مسکینہ، عذراء، جابرہ، مِحبہ، محبَبہ، محبورہ، یثرب، ناجیہ، موفیہ، اکالۃ البلدان، مبارکہ، محفوفہ، مسلمہ، مجنہ، قدسیہ، عاصمہ، مرزوقہ، شافیہ، خیرہ، محبوبہ، مرحومہ، جابرہ، مختارہ، محرمہ، قاصمہ، طبابا۔"[10]

ریاستِ مدینہ کا قیام وارتقاء:

بعثتِ نبوی ﷺ سے قبل دنیا کے اکثر حصے پر دو عالمی طاقتوں کی حکمرانی تھی جو اس عہد کی سپر پاورز کہلاتی تھی مگر معیاری نظامِ حکومت نہ ہونے کی وجہ سے روم و ایران دونوں مملکتوں میں اہلِ ملک دو علیحدہ طبقوں میں تقسیم ہوگئے تھے، ان دونوں طبقوں کے درمیان واضح فرق تھا، ایک طبقہ بادشاہوں، شاہزادوں، اہلِ دربار، ان کے خاندانوں، عزیزوں اور ان کے متعلقین و وابستگان، جاگیرداروں اور دولت مندوں کا تھا، یہ لوگ سدا بہار پھولوں کی سیج پر زندگی گزارتے، ان کے گھر کے لوگ اور بچّے سونے چاندی سے کھیلتے اور دودھ اور گلاب میں نہاتے، یہ اپنے گھوڑوں کی نعلیں بھی جواہرات سے جڑتے اور درو دیوار کو بھی ریشم و کم خواب سے سجاتے تھے۔ دوسرا طبقہ کاشتکاروں، کاریگروں، اہلِ حرفہ اور چھوٹے تاجروں کا تھا، جن کی زندگی سراپا کلفت و مصیبت تھی، یہ زندگی کے بوجھ تلے ٹیکسوں اور نذرانوں کے بار سے کچلے جارہے تھے، ان کا جوڑ جوڑ اور بند بند مطالبات کے اندر جکڑا ہوا تھا، وہ اس جال کو توڑنے کی جس قدر کوشش کرتے اور جس قدر ہاتھ پاوں مارتے، وہ جال اور کَس جاتا۔[11]

سیّد عرب و عجم، ہادیِ عالم حضرت محمد ﷺ نے اپنے حسنِ تدبر اور حسنِ انتظام سے روئے زمین پر ایک ایسی مثالی فلاحی ریاست اور ایسا رول ماڈل معاشرہ قائم کیا، جس کے لیے چشمِ فلک آج تک ترس رہی ہے۔ جب یہ بات سامنے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ماحول اور حالات میں مثالی ریاست قائم کی جب کہ عام آدمی کو معمولی تبدیلی بھی کوہِ گراں معلوم ہوتی تھی تو حضور اکرم ﷺ کی عظمت میں اور بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔ بقول فرانسیسی اسکالر موسیوگال لیبام: "ساری دنیا کا مطلع فتنہ و فساد کے سیاہ بادلوں سے تیرہ و تار تھا... عالمِ ارضی کی فضا وحشیانہ بے چینیوں کے غلیظ و کثیف بادلوں سے تاریک تھی، دنیا کے ہر حصے میں ہر انسان اچھے ذرائع اختیار کرنے کی بجائے شرارت آمیز وسائل پر اعتماد کرتا تھا۔ امن و اطاعت پر جنگ اور میدانِ جنگ کو تفوق حاصل

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

تھا، مالِ غنیمت سے خزانوں کو بھرنا، قوموں، شہروں اور شرفاء پر غارت ڈالنا ایسے کارنامے تھے، جو اس ساری تاریخ میں قابلِ ذکر ہیں۔"[12]

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کے بقول: زمانہ جاہلیت میں عرب کے بدوی قبائل میں کوئی حکمراں، کوئی حکومت نہ تھی، کوئی عدالت بھی نہیں ہوا کرتی تھی، لہٰذا کسی شخص کو انصاف حاصل کرنے کے لئے کسی کے پاس جاکر شکایت کرنے کا کوئی امکان نہ تھا۔ مظلوم کیا کرے "دست خود دھان خود" ہر شخص اپنی بساط کے مطابق اپنے ظالم سے بدلہ لے گا۔ اگر ظالم کمزور ہو تو بدلہ آسان تھا لیکن اگر ظالم قوی تر ہو تو کمزور کے لئے کوئی امکان نہیں تھا کہ وہ انصاف حاصل کرسکے۔[13] رسالت مآب ﷺ کے مدینہ تشریف آوری کے چند ہی ہفتوں کے اندر اس شہر کی کایا پلٹ گئی۔ یہاں کی قدیم آبادی میں جو خانہ جنگی اور چومکھی لڑائی عرصے سے جاری تھی وہ ختم ہو گئی۔ مہاجرینِ مکہ، مسلمانانِ مدینہ، مدینہ کے غیر مسلم عرب اور یہودی قبائل ان چاروں عناصر نے ایک وفاقی شہری مملکت قائم کی جس کا تحریری دستور (میثاقِ مدینہ) ہم تک محفوظ چلا آرہا ہے۔ باون (52) دفعات کے اس وفاقی دستور میں آخری سماعت مرافعہ اور اعلیٰ اختیارات جنگ و صلح دونوں امور رسالت مآب ﷺ کو دینے پر سب نے اتفاق کیا۔[14]

رسول اللہ ﷺ نے جو مملکت قائم فرمائی وہ ابتداءً پورے شہر مدینہ میں بھی نہیں تھی بلکہ مدینہ منورہ کے ایک حصے میں قائم ہوئی تھی، مگر آپ ﷺ کی بہترین پالیسیوں اور مثالی اقدامات، وانتظاماتِ حکومت کے نتیجے میں جب دس سال بعد آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جارہے تھے تو اس وقت مدینہ منورہ ایک وسیع سلطنت کا دار السلطنت تھا، اور ریاستِ مدینہ کا رقبہ تاریخی شواہد کی رو سے تین ملین یعنی تیس لاکھ مربع کلومیٹر پر مشتمل تھا۔ دوسرے الفاظ میں دس سال تک اوسطاً روزانہ کوئی آٹھ سو پینتالیس مربع کلو میٹر علاقہ کا ملک کے رقبہ میں اضافہ ہوتا رہا۔[15]

ریاستِ مدینہ کے بنیادی خدّوخال:

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں جو حکومت قائم فرمائی وہ دینی اور نظریاتی تھی جس کا مقصد دعوتِ دین، اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفس تھا۔ قرآن پاک نے اسلامی ریاست کا مقصد متعین کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾[16] "یہ وہ لوگ ہیں، جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخش دیں، تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، اچھائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور سب کاموں کا اختیار اللہ کے حکم میں ہے۔"

یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی حکومت کے طریق کار کو متعین کرتی ہے اور اسلامی ریاست کے خدوخال کو واضح کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی حکومت کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول، اسلامی قوانین کا عملی نفاذ اور عوامی فلاح و بہبود تھا۔ اس حکومت کی بنیاد خاندانی عصبیت اور نسلی شعور کی جگہ دینی وحدت اور نظریہ توحید پر تھی۔ اس لئے وہ حقیقی اسلامی فلاحی ریاست تھی۔ روئے زمین پر یہ پہلی ریاست ہے جو کلمہ طیبہ اور اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے لئے بنائی گئی تھی، اس ریاست نے بہترین پالیسیوں اور مثالی اقدامات کی بناء پر قلیل عرصے میں ترقی کے وہ منازل طے کئے جس کو دیکھ کر آج بھی مفکرین حیران ہیں۔ آپ ﷺ کی شخصیت کے اس پہلو پر ایک غیر مسلم مصنف باورتھ اوسورتھ (B-Osworth) کا کہنا ہے:

"محمد ﷺ مذہب کے ساتھ ساتھ ریاست کے سربراہ بھی تھے، اگرچہ آپ ﷺ کی شخصیت میں قیصر و پوپ (دونوں کا اقتدار) شامل تھا، لیکن نہ تو آپ ﷺ کو پوپ کا سا جھوٹا فخر و غرور تھا اور نہ ہی قیصر کی طرح کوئی فوج آپ ﷺ کے پاس تھی، نہ کوئی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

پاسبانوں کا گروہ۔ نہ کوئی محل تھا اور نہ کوئی مقرر آمدنی تھی، اگر کبھی کسی انسان کو حکومت کرنے کا خدائی حق نصیب ہوا ہے، تو وہ محمد ﷺ تھے، کیوں کہ اگرچہ انہیں اقتدار مطلق حاصل تھا، مگر اس کے سب ظاہری اشکال اور مادی سہارے مفقود تھے۔"[17]

خلیفہ اول سیّدنا صدیق اکبر □ کا خطبہ خلافت (اسلامی فلاحی ریاست کا مثالی منشور):

جانشینِ پیمبر ﷺ، خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق □ رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد جب منصبِ خلافت پر فائز ہوئے، تو آپ نے منبر پر بیٹھ کر پالیسی بیان دیتے ہوئے ان الفاظ میں اپنے آئندہ طرزِ عمل کی توضیح فرمائی: "أما بعد أيها الناس فإني قد وليت عليكم ولست بخيركم، فإن أحسنت فأعينوني، وإن أسأت فقوموني. الصدق أمانة، والكذب خيانة، والضعيف منكم قوي عندي حتى أزيح علته إن شاء الله، والقوي فيكم ضعيف حتى أخذ منه الحق إن شاء الله، لا يدع قوم الجهاد في سبيل الله إلا ضربهم الله بالذل، ولا يشيع قوم قط الفاحشة إلا عمهم الله بالبلاء، أطيعوني ما أطعت الله ورسوله، فإذا عصيت الله ورسوله، فلا طاعة لي عليكم، قوموا إلى صلاتكم يرحمكم الله."[18] "لوگو! میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں، حالانکہ میں تم لوگوں میں سب سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کام کروں، تو تم میری اعانت کرو اور اگر برائی کی طرف جاوں تو مجھے سیدھا کرو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے۔ ان شاء اللہ تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے، یہاں تک کہ میں اس کا حق واپس دلا دوں، اور تمہارا قوی فرد بھی میرے نزدیک ضعیف ہے، یہاں تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق دلا دوں۔ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے، اسے اللہ ذلیل و رسوا کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری اور بے حیائی عام ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کو بھی عام کر دیتا ہے۔ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو، لیکن جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو تم پر اطاعت واجب نہیں۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔"

یہ وہ کلیدی خطبہ ہے جس میں حکمران اپنے منشور اور آئندہ کے لائحہ عمل کی وضاحت کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق □ نے اس خطبے میں ریاستِ مدینہ کے آئندہ کا روڈ میپ واضح فرمایا، جس میں دیگر امور کے علاوہ اس بات کی بطورِ خاص نشاندہی فرمائی کہ اسلامی ریاست کا سربراہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام وہدایات کا پابند ہوتا ہے اگر وہ ان کی خلاف ورزی کرے تو پھر وہ خود بھی اطاعت کا مستحق نہیں رہتا۔ نیز سربراہِ ریاست کا کام عوام کے فلاح و بہبود اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا انتظام کرنا ہوتا ہے، جب مذکورہ دونوں باتوں پر عمل درآمد ہونے لگے تو وہ ریاست اسلامی فلاحی ریاست تصور ہو گی۔

ریاستِ مدینہ کے تناظر میں اسلامی فلاحی ریاست کا تصور اور اصول وفرائض:

رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ اسلامی فلاحی مثالی ریاست امتِ مسلمہ کے لئے ہر حوالے سے رول ماڈل اور عملی نمونے کی حیثیت رکھتی ہے، اور ہر مرحلے میں ریاست کے سامنے پیش آمدہ مسائل و حالات کا تسلی بخش جواب دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ریاست کی تعمیر وترقی اور فلاح وکامیابی کے لئے جو عملی اقدامات اٹھائے وہ دنیا کے ہر کونے اور ہر زمانے میں انسانیت کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں، جن کی تفاصیل کا ایک مختصر مقالہ متحمل نہیں ہو سکتا، تاہم اس ریاست کے چند اہم اصولی اور بنیادی اقدامات وانتظامات کی روشنی میں اسلامی فلاحی مملکت کا مختصر خاکہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

1۔ نظریاتی بنیادوں کا تعین و تحفظ:

ریاستِ مدینہ کے تناظر میں وہ ریاست اسلامی فلاحی کہلانے کی حقدار ہے جو اسلامی نظریہ پر قائم ہو، اور اسلامی اقدار کا تحفظ و قیام اس کے مقاصد واہداف میں شامل ہو، یہی اسلامی ریاست کی بنیادی خصوصیت اور انفرادیت ہے کہ وہ ایک نظریاتی اور اصولی ریاست ہوا کرتی ہے، جو لسانی، وطنی، نسلی، قبائلی اور جغرافیائی عصبیتوں سے پاک ہوتی ہے اور اسلامی نظریہ حیات اور اصولوں

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے جو اس کے تمام اداروں، احکام، قوانین اور اخلاقی اقدار کا مصدر اور منبع ہے، لہٰذا اسلامی ریاست ایک ایسی ریاست ہے جو اسلام کو اپنے منہجِ حیات، قومی و بین الاقوامی تعلقات، قانون سازی، دستورِ حکومت اور زندگی کے تمام شعبوں کے سرچشمے کے طور پر اپنا چکا ہو۔ اگر کوئی ریاست اسلامی نظریات و افکار کے مخالف ہو، وہاں پر اسلامی شعائر و اقدار محفوظ نہ ہوں اور اسلامی احکام کو پسِ پشت ڈالا جاتا ہو، اسلامی نظریہ حیات کی خلاف ورزی آئے روز کا معمول ہو وہ ریاست حقیقی معنیٰ میں اسلامی فلاحی ریاست کہلانے کی حقدار نہیں ہو سکتی۔ ریاستِ مدینہ جہاں نظریہ توحید کی بنیاد پر قائم ہوئی تھی وہاں اس کا دستورِ حکومت قرآن و سنت تھا اور تمام شعبوں میں قرآن و سنت کی تعلیمات کی پیروی کی جاتی تھی، ساتھ ہی اس میں بنیادی اسلامی عقائد و نظریات اور اسلامی شعائر کے تحفظ کو بھی یقینی بنایا گیا تھا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے دورِ مبارک میں جتنی بھی جنگیں ہوئیں سب نظریے کی بنیاد پر تھیں، آپ ﷺ کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ خلیفہ بنے تو مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی آپ کے سامنے اسلامی ریاست کی نظریاتی سرحدوں کے خلاف سازشوں کا ایک طوفان کھڑا ہو گیا، ایک طرف جھوٹے مدعیانِ نبوت تھے، دوسری طرف مرتدین کی ایک جماعت علمِ بغاوت بلند کئے ہوئے تھی، اور ساتھ ہی منکرینِ زکوٰۃ نے بھی شورش برپا کر رکھی تھی۔ مسیلمہ کذاب نے آپ ﷺ کی زندگی ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، مگر آپ ﷺ کے بعد بہت سے اور مدعیانِ نبوت بھی پیدا ہو گئے، جن میں طلیحہ بن خویلد، اسود عنسی اور سجاح بنت حارثہ نامی عورت شامل تھے۔ یہ مرض وبا کی شکل اختیار کرکے عرب میں پھیلتا گیا، جس کے انسداد کے لئے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فوری اقدامات کئے۔ اور اپنی خلافت میں سب سے پہلی لشکر کشی ان لوگوں کے خلاف کی، تاکہ اسلامی ریاست جن نظریات پر قائم ہے ان پر کوئی آنچ نہ آئے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ کو لشکر کے ہمراہ طلیحہ بن خویلد اور مالک بن نویرہ کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا، حضرت عکرمہ ؓ بن ابی جہل کو مسیلمہ کے خلاف لڑنے کے لئے لشکر دیا جبکہ مہاجر بن ابی امیہ ؓ کو ایک جماعت دے کر اسود عنسی کے مقابلے کے لیے بھیجا۔[19] مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ میں کئی حفاظ صحابہ کرام بھی شہید ہوئے مگر بالآخر مسیلمہ حضرت وحشی ؓ کے ہاتھ سے مارا گیا، اس کی بیوی سجاح جو خود دعویٰ نبوت کر بیٹھی تھی بصرہ بھاگ گئی اور چند دن بعد مر گئی اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس عظیم سانحے میں مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی۔[20]

مدینہ منورہ کی نبوی ریاست کے بعد انسانی تاریخ میں مملکتِ خداداد پاکستان ہی وہ واحد ریاست ہے جو اسلام کے نام پر بنی ہے اور جس کے قیام کا مقصد اسلامی نظریہ حیات پر عمل درآمد اور مسلمانوں کے لئے اپنے نظریہ و تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کرنا تھا۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے پاکستان اس لئے قائم کیا تھا تاکہ ایک ایسے جدید ترقی یافتہ اور متمدن اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی جاسکے جو کہ دورِ جدید میں اسلام کی آفاقی تعلیمات کا عکس ہو۔[21] چنانچہ 1973ء کے آئین میں جہاں دیگر اصول اور بنیادیں طے ہوئیں وہاں آئینی طور پر یہ بھی قرار پایا کہ اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہوگا۔[22] اس آئین میں پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کا تعین کیا گیا اور ان کے تحفظ کی ضمانت دی گئی، اس لئے اب اربابِ اقتدار اور عوام الناس کی ذمہ داری ہے کہ اس مملکت کو صحیح معنیٰ میں اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں اپنا کردار ادا کریں، اس مملکت کی نظریاتی اساسوں کا تحفظ ہر قیمت پر کریں۔

2۔ افرادِ معاشرہ کی تعلیم و تربیت کا انتظام:

ریاستِ مدینہ کے تناظر میں اسلامی فلاحی مملکت کا جو تصور سامنے آتا ہے اس میں افرادِ معاشرہ کی تعلیم و تربیت کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ افرادِ معاشرہ کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرے اور اس حوالے سے کسی قسم کی کوتاہی و غفلت نہ برتے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلامی ریاست ہی درحقیقت افرادِ معاشرہ کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہوا کرتی ہے، چنانچہ سیرتِ طیبہ پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے مکہ مکرمہ میں

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تعلیم دی اور نہیں تربیت کے زیور سے آراستہ فرمایا، پھر مدینہ منورہ ہجرت کرنے سے پہلے ہی حضرت مصعب بن عمیر □ کو تعلیم دینے کی خاطر مدینہ منورہ بھیج دیا تاکہ اسلامی ریاست کے قیام کے لئے یہ پیش خیمہ اور خشتِ اول ثابت ہو۔ ابو نعیمؒ اس حوالے سے روایت فرماتے ہیں: "فبعث إليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم مصعب بن عمير أخا بني عبد الدار، فلم يزل عندهم يدعو آمنا، ويهديهم الله على يديه حتى قل دار من دور الأنصار إلا قد أسلم أشرافهم- - ورجع مصعب بن عمير إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان يدعى المقرئ-[23]"رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مدینہ کی طرف بنو عبدالدار کے حضرت مصعب بن عمیر □ کو بھیجا، چنانچہ آپ □ وہیں قیام پذیر رہے اور انہیں ایمان کی دعوت دیتے رہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے ان لوگوں کو ہدایت کی نعمت سے نوازا یہاں تک کہ انصار کا کوئی گھر ایسا نہ رہا جس کے بڑے مشرف بہ اسلام نہ ہوئے۔ مصعب بن عمیر □ اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس تشریف لائے، آپ □ مقری کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔"

رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں بھی مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرمایا مگر حالات کے جبر و استبداد اور غیروں کی شدید مخالفتوں کی وجہ سے باقاعدہ درسگاہ کا انتظام ممکن نہ تھا، تاہم رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہی متحرک درس گاہ تھی، آپ ﷺ کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق □ اور حضرت خباب بن الارت □ معلّمی کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔[24]مکہ مکرمہ میں تعلیم و تربیت کی سرگرمیوں کے حوالے سے حضرت ارقم بن ابی ارقم □ کے مکان کو خصوصی اہمیت حاصل ہے یہاں دین الٰہی اور قرآن کریم کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رہتا تھا، اس لحاظ سے یہ تعلیمی ادارے کی اولین شکل ہے۔ امام ابو لید ازرقیؒ دار ارقم کے حوالے سے لکھتے ہیں: يجتمع هو وأصحابه فيها عند الأرقم بن أبي الأرقم، ويقرئهم القرآن، ويعلمهم فيه، وفيه أسلم عمر بن الخطاب رضي الله عنه.[25] "رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دار ارقم میں جمع ہوتے تھے، رسول اللہ ﷺ لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے اور دین کی تعلیم دیتے تھے۔ اسی مکان میں حضرت عمر بن الخطاب □ اسلام لائے۔"

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ نے وہاں کے لوگوں کے لئے تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا تھا چنانچہ تین مستقل تعلیم گاہیں وہاں پر وجود میں آچکی تھیں، قلبِ شہر میں مسجدِ بنی زریق تھی جہاں حضرات رافع بن مالک □ تعلیم دینے میں مشغول تھے، مدینہ منورہ کے جنوب میں مسجد قباء میں حضرت سالم □ فرائضِ تعلیم انجام دے رہے تھے جبکہ مدینہ منورہ سے شمال کی جانب کچھ فاصلے پر حضرت اسعد بن زرارہ □ کے مکان میں حضرت مصعب بن عمیر □ پڑھاتے تھے۔ ان تین مستقل تعلیم گاہوں کے علاوہ انصار کے مختلف قبائل میں قرآن کریم اور دینی احکام کی تعلیم ہوتی تھی۔[26]

معروف سیرت نگار علامہ ابن ہشامؒ لکھتے ہیں کہ جب انصار بیعت کرکے لوٹنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر □ کو ان کے ساتھ روانہ کیا: وأمره أن يقرئهم القرآن، ويعلمهم الإسلام، ويفقههم في الدين، فكان يسمى المقرئ بالمدينة[27] "اور انہیں حکم دیا کہ وہاں کے لوگوں کو قرآن پڑھائیں اور انہیں اسلام کی تعلیم دیں۔ چنانچہ آپ □ مدینہ میں مقری کے لقب سے مشہور ہوئے۔" اس کے علاوہ حضرت ابن ام مکتوم □ بھی یہاں تعلیم دیتے تھے جیسا کہ حضرت براء بن عازب □ فرماتے ہیں: "أول من قدم علينا من أصحاب النبي صلى الله عليه و سلم مصعب بن عمير وابن أم مكتوم فجعلا يقرئاننا القرآن"[28]"صحابہ کرام □ میں سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ منورہ) حضرت مصعب بن عمیر □ اور حضرت ابن ام مکتوم □ تشریف لائے، چنانچہ یہ دونوں حضرات ہمیں قرآن پڑھاتے تھے۔"

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو وہاں پر مسلمانوں کی باقاعدہ تعلیم وتربیت کے لئے مستقل اقامتی اور مرکزی درس گاہ قائم فرمائی جو تاریخ وسیرت کی کتابوں میں "صفہ" کے نام سے مشہور ہے۔ جو دن میں درس گاہ اور رات میں مسکن تھا، جہاں پر حضرات صحابہ کرام □ بنیادی دینی تعلیمات واحکام اور قرآن کریم سیکھتے تھے۔[29] صفہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قرآن وسنت اور دیگر ضروری فنون کی تعلیم دی جاتی تھی اور ان کی تربیت کا اہتمام ہوتا تھا، کیونکہ کسی بھی ریاست کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ اس کے افراد تعلیم یافتہ اور باکردار ہوں۔

عصرِ حاضر میں مسلم ریاستیں ان دونوں محاذوں پر پیچھے نظر آتی ہیں، سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں مسلم امہ دیگر اقوامِ عالم سے بہت پیچھے رہ چکی ہے جبکہ تربیت اور کردار سازی کی طرف حکومتی توجہ نہ ہونے کے برابر ہے، بلکہ بعض اوقات تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ حکومتی پالیسیوں کا مقصد عوام کی تربیت اور کردار سازی کے بجائے ان کی تخریب ہے، اور انہیں بے راہروی کا شکار بنانا ہے۔ عصری تعلیمی اداروں کے نصاب و نظامِ تعلیم اور میڈیا پر نشر ہونے والے مختلف پروگراموں سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہے کہ اب تک عوام کی تربیت اور کردار سازی ہماری حکومتوں کی ترجیحات میں شامل نہیں ہوئی، حالانکہ اگر حکومتیں اس حوالے سے کردار ادا کرنا چاہیں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے، میڈیا پر اخلاقی، تعمیری اور تربیتی پروگرامز نشر کئے جائیں، نصابِ تعلیم میں تربیت و کردار سازی پر پوری توجہ دی جائے اور میڈیا کو شریعت واسلامی تہذیب کے خلاف پروگراموں کی نشرواشاعت سے روکا جائے تو افرادِ معاشرہ کی تربیت میں بڑی پیش قدمی ہو سکتی ہے۔ اس لئے حقیقی معنیٰ میں اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ افرادِ معاشرہ کی تعلیم و تربیت پر خاطر خواہ توجہ دی جائے، تعلیمی نظام ونصاب پر از سرِ نو غور وخوض کیا جائے، میڈیا کو مثبت اور تربیتی پروگراموں کی نشرواشاعت کا پابند بنایا جائے اور تعلیم وتربیت کو اولین ترجیحات میں شامل کیا جائے۔ اس حوالے سے اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ مساجد کی تعمیر وسرپرستی، ائمہ کرام کا تقرر، مساجد میں بنیادی دینی تعلیم کا انتظام کرے، مختلف علوم وفنون کی تعلیم و تحقیق کی طرف پوری توجہ دے، معیاری اور جدید تعلیمی ادارے اور ہاسٹلز قائم کرے، مفت تعلیم کی فراہمی کو یقینی بنائے اور تعلیمِ نسواں پر خصوصی توجہ دے۔

3۔ رعایا کو تحفظ فراہم کرنا:

اسلامی فلاحی ریاست کی خصوصیات اور فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ عوام کی جان، مال، عزت وآبرو کا تحفظ کرے گی، ملک میں امن وامان کا قیام اور لوگوں کے نفوس، اموال اور املاک کے تحفظ کو یقینی بنائے گی۔ ریاستِ مدینہ میں رعایا کو مکمل تحفظ حاصل تھا۔ اور وہ پُرامن وپُرسکون زندگی گزارتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بذاتِ خود عوام کی حفاظت کے لئے اقدامات فرمائے ہیں۔ اس حوالے سے حضرت انس بن مالک □ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور بہادر تھے، ایک رات اہلِ مدینہ کسی خطرے کی آواز سے گھبرا کر اس طرف کو نکلے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو طلحہ □ کے گھوڑے پر سوار گلے میں تلوار لٹکائے خطرے کا جائزہ لے کر واپس تشریف لا رہے ہیں، اور فرما رہے ہیں: «لم تراعوا، لم تراعوا»[30] گھبراو مت، گھبراو مت۔" اس روایت سے جہاں رسول اللہ ﷺ کی شجاعت وبہادری کا اندازہ ہوتا ہے وہاں ریاست کی ذمہ داری کی وضاحت بھی ہوتی ہے کہ یہ اسلامی ریاست کا فریضہ ہے کہ عوام کو مکمل تحفظ فراہم کرے اور کسی بھی خطرے کی صورت میں عملی اقدامات کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے سربراہِ ریاست اور حکمران کو رعیت کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: كلكم راع، وكلكم مسئول عن رعيته، الإمام راع ومسئول عن رعيته[31] "تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا، حکمران لوگوں کا نگران ہے اور اس سے لوگوں کے بارے میں جواب دہ ہونا ہے۔" اسلامی تعلیمات کی رو سے تین اشیاء کا تحفظ ہر انسان کا فطری حق ہے:

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

الف۔ تحفظِ جان:

انسان کی جان اس کو سب سے زیادہ عزیز ہے، قرآن کریم نے بھی انسانی جان کو حرمت پر فائز کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾[32] "یقیناً ہم نے بنی آدم کو تکریم دی ہے۔" اس انسانی حرمت اور تکریم کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر طرح کے خطرات سے محفوظ ہو اور پر امن ماحول میں زندگی گزارے۔ اور اس پر امن ماحول کی فراہمی ریاست کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

ب۔ اموال واملاک کا تحفظ:

انسان کی ملکیت کو اسلام نے احترام سے نوازا ہے اور اس میں بے جا اور غیر قانونی مداخلت کے تمام راستے بند کئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: "لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه"[33] "کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔" ایک اور روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ دوسرے شخص کا عصا اس کی دلی رضامندی کے بغیر لے لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے مال کو بڑی حرمت عطا کی ہے۔[34]

ج۔ عزت و ناموس کا تحفظ:

انسانی جان و مال کی طرح اس کی عزت وآبرو کو بھی اسلام نے مکمل تحفظ فراہم کیا ہے، چنانچہ بہتان تراشی، غیبت اور کسی کی ہتک کو اسلام نے عظیم جرائم میں سے قرار دیا ہے۔ اور قرآن وسنت کے بہت سے نصوص میں اس کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انسان کی توہین اور تذلیل کو قبیح ترین عمل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: "الربا سبعون حوبا أيسرها نكاح الرجل أمه ، وأربي الربا استطالة الرجل في عرض أخيه"[35] "سود کے ستر شعبے ہیں جن میں سب سے کم درجہ اپنی ماں سے بدکاری کرنے کا ہے، جب کہ سب سے بڑا سود یہ ہے کہ آدمی اپنے مسلمان بھائی کے بارے میں زبان درازی کرے۔"

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی جان، مال اور عزت وآبرو کی عظمت و حرمت کا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "أتدرون أي يوم هذا؟ قالوا: الله و رسوله أعلم. حتي ظننا أنه سيسميه سوي اسمه. فقال: أليس بيوم النحر؟ قلنا: بلي يا رسول الله. قال: فأي شهر هذا؟ قلنا: الله و رسوله أعلم. قال: أليس بذي الحجة؟ قلنا: بلي يا رسول الله. قال: فأي بلد هذا؟ قلنا: الله و رسوله أعلم قال: حتي ظننا أنه سيسميه سوي اسمه. قال: أليس بالبلدة؟ قلنا: بلي يا رسول الله. قال: فإن دماءكم و اموالكم و أعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا في شهركم هذا في بلدكم هذا. فليبلغ الشاهد الغائب"[36] "آج کون سا دن ہے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو خوب علم ہے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ شاید رسول اللہ ﷺ آج کے دن کا الگ نام رکھنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھلا قربانی کا دن (عید الاضحیٰ) نہیں ہے؟ ہم نے جواب دیا: جی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم کہنے لگے: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو خوب علم ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بھلا یہ ماہِ ذی الحجہ نہیں ہے؟ ہم نے جواب دیا: جی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: یہ شہر کون سا ہے؟ ہماری خاموشی پر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ محترم شہر (مکہ مکرمہ) نہیں ہے؟ ہم نے جواب دیا: جی ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تمہارے خون (جان)، مال اور عزت وآبرو ایک دوسرے پر ایسے حرام ہیں جیسے یوم النحر کی حرمت ذی الحجہ کے مہینے میں اور اس مبارک شہر میں۔ حاضرین یہ باتیں غائبین تک پہنچائیں۔"

ریاستِ مدینہ میں لوگوں کو مکمل طور پر تحفظ حاصل تھا، کسی کی جان، مال یا عزت وآبرو خطرے میں نہیں تھی، اسی وجہ سے بلاخوفِ تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ریاستِ مدینہ مثالی فلاحی ریاست تھی۔ کوئی ریاست کتنی ترقی یافتہ اور وسائل و

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

اسباب سے مالامال کیوں نہ ہو اس وقت تک خوشحال اور فلاحی ریاست نہیں کہلا سکتی جب تک اس کے شہریوں کو مکمل تحفظ حاصل نہ ہو۔ اسلامی نقطہ نظر سے بھی اور معاصر مفکرین کی آراء کی روشنی میں بھی ایک فلاحی ریاست کی اولین ترجیح اپنے شہریوں کو جان و مال کا تحفظ فراہم کرنا ہے، اور اس حوالے سے ٹھوس اقدامات کرنے ہیں۔ فلاحی ریاست میں شہریوں کے درمیان کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا، بنیادی انسانی حقوق میں سب برابر ہوتے ہیں، اور سب کی جان و مال کا تحفظ ریاست کے فرائض اور ذمہ داریوں میں شامل ہوتا ہے، کیونکہ ریاست بذاتِ خود مقصود نہیں بلکہ اس کے قیام کا مقصد عوام کی ترقی، خوشحالی، عدل و انصاف اور امن و امان ہوتا ہے۔ اور بلا تفریق رنگ و نسل، مذہب و ملت عدل و انصاف کرنا اور ہر طبقہ کے حقوق کی نگہداشت حکومت کا فریضہ ہے۔ اگر حکومت عوام کے ساتھ ظالمانہ رویہ رکھے اور جان و مال کے تحفظ میں دانستہ کوتاہی کرے تو کئی اہلِ علم نے اس کو دہشت گردی قرار دیا ہے۔ اس سے عوام کی جان و مال کے تحفظ کی اہمیت اور اس حوالے سے ریاست کی ذمہ داریاں واضح ہوتی ہیں۔[37]

4۔ رعایا کی دادرسی اور بے روزگاری کا خاتمہ:

ریاستِ مدینہ کے تناظر میں اسلامی فلاحی ریاست کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ عوام سے ہر قسم کے مصائب و تکالیف دور کرنے کی کوشش کرے گی، اور ہر ممکنہ آرام و راحت پہنچانے اور ان کی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کے لئے اقدامات کرے گی۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ کمزور طبقات، خواتین، معذوں، یتیموں اور بے سہارا لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے مناسب انتظامات کرے۔ ریاستِ مدینہ کے اقدامات اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اس سلسلے میں بہترین راہنمائی فراہم کرتے ہیں، اور اسلامی ریاست کو بہترین لائحہ عمل اور طرزِ حکمرانی کا درس دیتے ہیں، اگر آپ ﷺ کی ان ہدایات پر عمل کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ مسلمان ریاستی معاملات میں غیروں کے طرزِ عمل اور طریقوں سے بے نیاز ہو جائیں گے بلکہ ایک ایسی فلاحی مثالی ریاست قائم کرنے میں بھی کامیاب ہو سکیں گے جو پوری دنیا کے لئے بہترین نمونہ اور آئیڈیل ہو۔ ابو مریم ازدی □ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ □ کے پاس جا کر ان سے کہا کہ میں آپ کو ایک حدیث سنانا چاہتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: من ولاه الله عز وجل شيئا من أمر المسلمين فاحتجب دون حاجتهم وخلتهم وفقرهم احتجب الله عنه دون حاجته وخلته وفقره ». قال فجعل رجلا على حوائج الناس.[38] "جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے امور کا نگران بنا لیا (حکمران اور سربراہ بن گیا) اور اس نے ان کی حاجت پوری کرنے اور فقر و فاقہ دور کرنے سے منہ موڑ لیا تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کی حاجت روائی اور فقر دور کرنے سے منہ موڑ لیں گے۔ یہ سن کر حضرت معاویہ □ نے لوگوں کی حاجات کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا۔" حضرت ابو امامہ □ نے اسلامی ریاست کے سربراہان اور اربابِ اقتدار کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی ایک جامع نصیحت نقل فرمائی ہے جس میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: أوصى الخليفة من بعدى بتقوى الله وأوصيه بجماعة المسلمين أن يعظم كبيرهم ويرحم صغيرهم ويوقر عالمهم وأن لا يضر بهم فيذلهم ولا يوحشهم فيكفرهم وأن لا يخصيهم فيقطع نسلهم وأن لا يغلق بابه دونهم فيأكل قويهم ضعيفهم-[39] "میں اپنے بعد والے خلیفہ کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور مسلمانوں کی جماعت کے بارے میں یہ وصیت اور تاکید کرتا ہوں کہ ان کے بڑوں کی تعظیم کرے ان کے چھوٹوں پر شفقت کرے ان کے علماء کی توقیر کرے، اور انہیں تکلیف پہنچا کر ذلیل نہ کریں، اور نہ انہیں وحشت میں ڈالیں کہ وہ کفر کرنے لگیں، انہیں خصی کر کے ان کی نسل کشی نہ کریں، ان کے لئے اپنا دروازہ بند نہ کریں کہ قوی لوگ ضعیف اور کمزوروں کو کھانے لگیں۔"

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست میں رسول اللہ ﷺ کے پاس ضرورت مند آیا کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کی ضروریات پوری فرماتے تھے، شادی، بیاہ تک کے انتظامات آپ ﷺ نے فرمائے ہیں۔ بعد کے اسلامی ادوار میں بھی ریاست کی طرف سے عوام کی حاجات پورا

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

کرنے کا پورا اہتمام کیا جاتا تھا، اور اس کا اس قدر اہتمام رہا کہ جو لوگ جرائم کرکے قید ہو جاتے ان کے لئے بھی کھانے پینے، لباس اور پوشاک کا انتظام سرکار کی طرف سے کیا جاتا تھا۔ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے: لم تزل الخلفاء تجري على أهل السجون ما يقوتهم في طعامهم وأدامهم وكسوتهم الشتاء والصيف وأول من فعل ذلك علي بن أبي طالب بالعراق ثم فعله معاوية بالشام ثم فعله الخلفاء بعده[40] "خلفاء قیدیوں کو کھانا پینا، گرمیوں اور سردیوں کا لباس فراہم کرتے تھے، اس کی ابتداء حضرت علی □ نے عراق میں فرمائی، اس کے بعد حضرت معاویہ □ نے شام میں یہ سلسلہ شروع فرمایا، اور بعد کے خلفاء نے اس کو جاری رکھا۔" ریاستِ مدینہ کے تناظر میں فلاحی ریاست کو عوام کی دادرسی کے لئے مندرجہ ذیل بنیادی اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے:

الف)۔ بے گھر افراد کے لئے گھروں کا انتظام (ہاوسنگ سکیم):

ریاستِ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جو بے گھر تھے ان کے لئے گھروں کا انتظام فرمایا۔ چنانچہ ہجرت کے بعد اس نو آباد ریاست میں نو وارد مہاجرین کے لئے سب سے بڑا مسئلہ رہائش کا تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے مواخات کے ذریعے نہایت خوش اسلوبی سے حل فرمایا۔ اس سے جہاں آپ ﷺ کی مثالی تربیت کا اندازہ ہوتا ہے وہاں یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ فلاحی ریاست کے حکمران کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بے سہارا لوگوں کا سہارا بنے، اور جن لوگوں کے پاس رہائش کا انتظام نہ ہو ان کے لئے مناسب انتظامات کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں بے گھر صحابہ کرام □ کے لئے باقاعدہ انتظام فرمایا تھا۔ علامہ عبدالحہ کتانیؒ فرماتے ہیں: أقطع صلى الله عليه وسلم الدور بالمدينة خط لعثمان بن عفان داره اليوم[41] "جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں لوگوں کو گھروں کے لئے جگہیں دیں تو حضرت عثمان □ کو وہ جگہ دی جہاں ان کا موجودہ مکان ہے۔"

اسی طرح مسجدِ قباء کے پاس حضرت خیثمہ □ کا مکان تھا، آپ □ ہجرت کے وقت مجرد تھے، اس لئے ہجرت کرنے والے کئی بے گھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہاں قیام فرماتے تھے جس کی وجہ سے اس کا نام بیت العزاب پڑ گیا تھا۔[42] موجودہ زمانے میں اس سلسلے میں ہاوسنگ سکیمیں متعارف کروانے اور بے گھر لوگوں کے لئے گھر اور پلاٹس الاٹ کرنے کا شفاف اور معیاری انتظام کرنا اس وقت کی اہم ضروریات میں سے ہے۔

ب)۔ ضرورت مند طبقات کی کفالت کا انتظام:

معذور، بیوہ اور یتیم معاشرے کے کمزور ترین طبقات میں سے ہیں، ان کی کفالت جہاں ان کے قریبی رشتہ داروں پر لازم ہے وہاں فلاحی ریاست کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ کوئی معذور، بیوہ اور یتیم بے سہارا نہ رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان طبقات کی کفالت کی عملی مثالیں بھی قائم فرمائی اور قولاً بھی اس کی اہمیت واضح فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے مسکینوں اور بیواوں کی کفالت اور حاجت پوری کرنے کے سلسلے میں کی جانے والی کاوشوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے اور راتوں کو مسلسل نمازیں پڑھنے کے برابر قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: «الساعي على الأرملة والمسكين، كالمجاهد في سبيل الله» وأحسبه قال (يشك القعنبي): «كالقائم لا يفتر، وكالصائم لا يفطر»[43] "بیوہ اور مسکین کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو، (قعنبی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا) اور مسلسل نمازیں پڑھنے والا اور مسلسل روزے رکھنے والا ہو۔"

ایک روایت میں آتا ہے کہ فرائض کی ادائیگی کے بعد جن اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے ان میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔[44] حضرت عمر فاروق □ نے اپنے دورِ خلافت میں جہاں اور انقلابی اقدامات کئے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

وہاں غرباء، مساکین اور معذورین کے لئے بیت المال سے وظیفے بھی مقرر فرمائے۔ آپ ؓ کے دور میں اس بات کا سخت اہتمام تھا کہ کوئی شخص فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہونے پائے، عام حکم تھا کہ ملک میں جس قدر اپاہج، ازکار رفتہ اور مفلوج وغیرہ ہوں سب کی تنخواہیں بیت المال سے مقرر کر دی جائیں۔ غرباء اور مساکین کے لئے بلا تخصصِ مذہب حکم تھا کہ بیت المال سے ان کے روزینے مقرر کر دیئے جائیں۔[45] مثالی فلاحی ریاست بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہاں کوئی شخص ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ رہے، اس لئے اسلامی ریاستوں کو چاہئے کہ محروم اور کمزور طبقات کی کفالت کے لئے خصوصی اقدامات کریں اور ان کے لئے مختلف الاونسز اور پیکجز متعارف کروائیں۔

ج)۔ بے روزگاری کے خاتمے کے لئے اقدامات:

جس ریاست میں بے روزگاری کی شرح بڑھ جائے وہ فلاحی ریاست نہیں کہلا سکتی، اس لئے حکمرانوں کی ذمہ داریوں میں یہ شامل ہے کہ وہ معاشرے سے غربت اور بے روزگاری کے خاتمے کے لئے اقدامات کریں۔ بے روزگاری کے نتیجے میں معاشرے میں طرح طرح کے جرائم کا ارتکاب ہونے لگتا ہے اور معاشرتی برائیوں اور فسادات میں روز افزوں اضافہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ کرام ؓ کو محنت کرنے اور حلال مال کمانے کی ترغیب دی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: اليد العليا خير من اليد السفلى"[46] "اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔" حضرت زبیر بن عوام ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لأن يأخذ أحدكم حبله، فيأتي بحزمة الحطب على ظهره، فيبيعها، فيكف الله بها وجهه خير له من أن يسأل الناس أعطوه أو منعوه»[47] "تم میں ایک شخص رسی لے کر لکڑیوں کا گھٹا کمر پر اٹھا کر لے آئے اور اس کو فروخت کرے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت رکھے یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے کہ یا تو وہ اس کو کچھ دیں یا نہ دیں۔"

حضرت عمر فاروق ؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں بے روزگاری کا خاتمہ فرمایا۔ آپ ؓ اس بات کی سخت کوشش کرتے تھے کہ لوگوں میں کاہلی اور مفت خوری کا مادہ نہ پیدا ہونے پائے۔[48]

الحاصل ریاستِ مدینہ کے تناظر میں اسلامی فلاحی ریاست کی ذمہ داریوں میں یہ شامل ہے کہ مساکین، فقراء، معذورین، بیواؤں اور یتیموں کی کفالت کا عمدہ انتظام کیا جائے، بے گھروں کے لئے گھروں اور مکانات کا انتظام کیا جائے اور ملک سے بے روزگاری اور غربت کے خاتمے کے لئے عملی اقدامات کئے جائیں۔

5۔ اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ:

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور ریاستِ مدینہ کے عملی اقدامات کی روشنی میں ایک فلاحی اسلامی ریاست کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہاں اقلیتوں کے حقوق کا پورا تحفظ کیا جائے گا، اقلیتوں کے ساتھ کسی قسم کا کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا اور نہ ان پر کسی قسم کی کوئی زیادتی کو روا رکھا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی ریاست میں اقلیتوں کو مکمل تحفظ دیا تھا، ان کی جان، مال، عزت و آبرو پوری طرح محفوظ تھی۔ اس کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے اقلیتوں کو تحفظ دینے کی تاکید فرمائی ہے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں دی ہے۔ شرعی اصطلاح میں اقلیتوں کے لئے جو نام تجویز کیا گیا وہ ان کے تحفظ اور رعایت پر دلالت کرتا ہے۔ وأهل الذِمَّةِ: أهلُ العَقْد. قال أبو عبيد: الذمَّةُ: الأمانُ[49] "اہلِ ذمہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کے ساتھ معاہدہ کیا گیا ہو، ابو عبیدؒ کا کہنا ہے کہ ذمہ امان کو کہتے ہیں۔" ان لوگوں کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی طرف سے ایک ایسا معاہدہ کیا گیا ہے جو انہیں اسلامی معاشرے میں اسلام کے زیرِ سایہ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

محفوظ و مطمئن زندگی کی ضمانت دیتا ہے۔[50] حضرت عبداللہ بن عمرو□ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة، وإن ريحها توجد من مسيرة أربعين عاما»[51] "جس شخص نے کسی ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک آتی ہے۔"

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے دور میں اس پر مکمل عمل درآمد فرمایا، اور اسلامی ریاستوں نے اقلیتوں کو مکمل تحفظ فراہم کیا، چنانچہ اس زمانے میں اگر اقلیتوں کے ہاں لوٹ مار وغیرہ کا کوئی واقعہ پیش آتا تو اس کو حکومتی کوتاہی قرار دیا جاتا جس کے نتیجے میں ان سے ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حکومت اپنے شہریوں کی جان و مال کی حفاظت نہیں کر سکتی اس کو اخلاقی اور شرعی طور پر حکومت کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔[52] اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو جو حقوق حاصل ہیں ان میں چند حسبِ ذیل ہیں:

الف) تحفظ کا حق:

اقلیتوں کا سب سے پہلا حق تحفظ کی فراہمی ہے، تاکہ وہ امن وامان اور سکون واطمینان سے زندگی گزار سکیں۔ اس ضمن میں ان کی جان، مال، عزت وآبرو کا تحفظ شامل ہے۔ جان کا تحفظ اندرونی اور بیرونی ہر قسم کے حملوں سے فراہم کرنا ضروری ہے۔ ملک کے اندر بھی کسی کو ان پر ظلم وزیادتی یا حق تلفی کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور بیرونی خطرات سے بھی ان کی حفاظت کا انتظام کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: «ألا من ظلم معاهدا، أو انتقصه، أو كلفه فوق طاقته، أو أخذ منه شيئا بغير طيب نفس، فأنا حجيجه يوم القيامة»[53] "غور سے سنو، جس شخص نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) پر ظلم کیا، یا اس کے حق میں کمی کی، یا اس کو اپنی طاقت سے زیادہ کا مکلّف کیا، یا اس سے کوئی چیز اس کی رضامندی کے بغیر لے لی تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے مدعی بنوں گا۔" حضرت عمر فاروق □ مختلف صوبوں سے آنے والے وفود سے اقلیتوں کا حال دریافت فرمایا کرتے تھے، عموماً انہیں یہ جواب ملتا کہ وہاں معاہدے کی پاسدار نظر آ رہی ہے اور اقلیتوں کو مکمل تحفظ حاصل ہے۔[54] شیخ مصطفیٰ سیوطیؒ اقلیتوں کے حقوق کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (و) يجب على الإمام (دفع من قصدهم بأذى إن لم يكونوا بدار حرب)--- (وحرم قتلهم وأخذ مالهم)[55] "اسلامی ریاست کے سربراہ پر واجب ہے کہ اہلِ ذمہ کی ایذارسانی کے درپے شخص کی روک تھام کرے بشرطیکہ وہ دارالحرب میں نہ ہوں۔ ان کا قتل اور مال لینا حرام ہے۔"

جان کے تحفظ کی طرح اقلیتوں کو مالی تحفظ فراہم کرنا بھی اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اقلیتوں کو مکمل مالی تحفظ فراہم فرمایا تھا، آپ ﷺ کے بعد حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس کا خوب اہتمام فرمایا۔ حضرت عمر فاروق □ کے دور میں جابیہ کے مقام پر مسلمان لشکر نے ایک ذمی کے باغ سے انگور کھائے، اس ذمی نے حضرت عمر □ کو شکایت کی، جب آپ □ نے تحقیق فرمائی تو پتہ چلا مسلمانوں نے شدتِ بھوک کی وجہ سے ایسا کیا تھا۔ حضرت عمر □ نے باغ کے مالک کو انگور کی قیمت کی ادائیگی کا فیصلہ فرمایا۔[56] اس سے اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے اموال کی حفاظت کا اندازہ ہوتا ہے، کہ شدید بھوک میں بھی ان کا مال مفت کھانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ جانی و مالی تحفظ کی طرح اسلامی ریاست میں اقلیتوں کی عزت بھی مکمل محفوظ ہوتی ہے، اسلامی ریاست میں مسلمان کی طرح ذمی کی عزت و کرامت کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ فقہ حنفی کی مایہ ناز متن "الدرالمختار" میں ہے کہ ذمی کی ایذارسانی سے باز رہنا ضروری ہے، اور اس کی غیبت کرنا مسلمان کی غیبت کی طرح حرام ہے۔[57] چنانچہ اقلیتوں کی عزت و کرامت کی حفاظت اسلامی فلاحی ریاست کے فرائض میں شامل ہے۔

ب۔ مذہبی آزادی:

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو جو آزادیاں حاصل ہوتی ہیں ان میں سرِ فہرست مذہبی آزادی ہے۔ چنانچہ کسی بھی دین سے تعلق رکھنے والا اپنے عقیدہ و مذہب پر کاربند رہ سکتا ہے، اسے اپنا دین چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس مسلمان ہونے کے لئے اس پر دباو ڈالا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی اور اس کا تحریری دستور جو کہ دنیا کا پہلا تحریری دستور ہے مرتب ہونے لگا تو اس میں ایک دفعہ یہ بھی شامل تھی: "لليهود دينهم وللمؤمنين دينهم"[58] "مسلمانوں کے لئے مسلمانوں کا دین اور یہودیوں کے لئے ان کا دین ہے۔" اس طرح دنیا کے اس پہلے دستور کے ذریعے غیر مسلموں کو ان کے دین کی پوری آزادی دے دی گئی۔[59] رسول اللہ ﷺ نے اہلِ نجران کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس میں انہیں مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی تھی۔ امام ابویوسفؒ اس معاہدے کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: "ولنجران وحاشيتها جوار الله وذمة محمد النبي رَسُوْل اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أموالهم وأنفسهم وأرضهم وملتهم وغائبهم وشاهدهم وعشيرتهم وبيعهم وكل ما تحت أيديهم من قليل أو كثير[60] " نجران، وہاں کے باشندوں کے تمام افراد، ان کے اہل و عیال کو اپنے اموال، جانوروں، زمینوں، مذہبی معاملات، عبادت گاہوں، اور ان کی ملکیت میں موجود کم اور زیادہ تمام اشیاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نگہبانی اور رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری حاصل ہو گی۔"

ج۔ کسبِ معاش کی آزادی:

اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو کسبِ معاش کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے، وہ جہاں بھی جیسا بھی کاروبار کرنا چاہیں ان پر کوئی پابندی نہیں ہو گی البتہ اسلامی شریعت کے منع کردہ اشیاء کا کاروبار نہیں کریں گے۔ اس سے اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے جامع تحفظ کا اندازہ ہوتا ہے۔

6۔ قانون کی بالادستی:

ریاستِ مدینہ کے تناظر میں وہی حکومت پائیدار اور ترقی یافتہ ہو سکتی ہے جہاں قانون کی حکمرانی و بالادستی ہو، جس ملک میں قانون اربابِ اقتدار کی مرضی اور خواہشات کے تابع ہو اور وہ جس طرح چاہیں اس کو استعمال کریں اس ملک کا نظام کبھی بھی عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔ ریاستی فلاح کے لئے ضروری ہے کہ قانون کی نظر میں امیر، غریب اور حاکم، محکوم کا امتیاز ختم کیا جائے، اور قانون کی نظر میں سب کی برابری کو یقینی بنایا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ربنا ورب كل شيء، أنا شهيد أن العباد كلهم إخوة[61]

رسول اللہ ﷺ نے قانون کی نظر میں سب کی برابری کا تصور واضح طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا، اسلامی قانون کی تنفیذ اور اطلاق کے حوالے سے حاکم و محکوم اور امیر و مامور میں کوئی فرق نہیں۔ قانون سب کے لئے ایک ہے اور سب پر یکساں نافذ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی نظر میں قانون کی یکسانیت اور بالادستی کی وضاحت اس واقعہ سے ہوتی ہے جس میں ایک مخزومی عورت نے چوری کی تھی چنانچہ قریش نے حضرت اسامہ ؓ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سفارش فرمائیں تاکہ یہ عورت سزا سے بچ سکے۔ جب حضرت اسامہ ؓ نے آپ ﷺ سے بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: «أتشفع في حد من حدود الله؟» ثم قام فاختطب، فقال: «أيها الناس، إنما أهلك الذين قبلكم أنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه، وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد، وايم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها»[62] "کیا آپ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قانون میں سفارش کرتے ہیں؟ پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم سے پچھلوں کو اس بات نے ہلاک کیا کہ جب ان میں صاحبِ جاہ و

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

مرتبہ لوگ چوری کرتے تو وہ انہیں چھوڑ دیتے اور جب کمزور چوری کرتے تو ان پر حد جاری کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر میری اپنی بیٹی حضرت فاطمہ بھی چوری کر لیتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔"

اس سے اسلامی ریاست میں قانون کی یکسانیت اور بالادستی کا پتہ چلتا ہے کہ اسلامی ریاست میں کوئی بھی شخص قانون سے مبرا نہیں ہے، ہر شخص قانون کے سامنے جوابدہ ہے، اور قانون کا اطلاق سب پر یکساں ہوتا ہے۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے حاکم و محکوم کی مساوات کا نظریہ پیش کیا، آنحضرت ﷺ نے خود اپنی ذات کے خلاف ٹارٹ اور دیوانی دونوں قسم کے مقدمات سنے اور مدّعیوں کے حق میں فیصلے صادر کیئے۔[63] آپ ﷺ کے بعد حضرت خلفاء راشدین ؓ نے بھی قانون کی بالادستی کو قائم رکھا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کی حکومت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آئینِ حکومت میں شاہ و گدا، شریف و رذیل، عزیز و بیگانہ سب کا ایک رتبہ تھا۔[64]

شام کا مشہور بادشاہ جبلہ غسانی مسلمان ہو گیا، خانہ کعبہ کے طواف میں اس کی چادر کا گوشہ ایک شخص کے پاوں کے نیچے آ گیا، جبلہ نے اس کو تھپڑ مارا، اس شخص نے بھی برابر جواب دیا، جبلہ حضرت عمر ؓ کے پاس شکایت لے کر آ گیا۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: آپ نے اپنے کئے کی سزا پائی۔ اس نے کہا کہ ہم تو اس رتبے کے لوگ ہیں کہ ہماری گستاخی کرنے والا قتل کا مستحق ہوتا ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے پست و بلند کو ایک کر دیا۔[65]

اسلامی ریاست میں مساوات کے حوالے سے معروف فرانسیسی مورخ و محقق ڈاکٹر گستاولی بان قانون کی برتری کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''خلفائے راشدین کے زمانے میں ہر شخص برابر سمجھا جاتا تھا اور ایک ہی قانون سب کے لیے تھا۔ حضرت علی ؓ خود بنفس نفیس عدالت کے سامنے مدعی بن کر آئے اور ایک شخص پر دعویٰ کیا جس نے آپ کی زرہ چرائی تھی۔"[66] علامہ سیّد سلیمان ندوی فرماتے ہیں: "آیت بالا میں لفظ ''ناس'' بھی غور کے قابل ہے، یہ نہیں کہا گیا کہ اس انصاف کا لحاظ صرف مسلمانوں کے درمیان کرو، بلکہ فرمایا گیا کہ لوگوں کے درمیان کرو، جس میں مسلم اور غیر مسلم سب داخل ہیں، انصاف اور قانون کی نظر میں سب کو مساوات اور یکسانی حاصل ہے اور اسی سے اسلامی حکومت کی اصل خصوصیات نمایاں ہو سکتی ہیں۔"[67]

ان حقائق سے واضح ہوا کہ ریاستِ مدینہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ یہاں انسانوں کا بنا ہوا نہیں، بلکہ رب العالمین کا دیا ہوا قانون نافذ ہوتا ہے، جس میں نہ کوئی افراط و تفریط ہے اور نہ ہی کسی کے لیے خاص امتیاز و تفریق۔ جو قانون فقیر کے لیے ہے، وہی بادشاہ کے لیے بھی ہے اور جو آئین سرمایہ دار کے لیے ہے، وہی ایک مزدور اور فاقہ مست کے لیے بھی۔ ایسے ہی جو قوانین اپنوں کے لیے ہیں، وہی غیروں کے لیے بھی۔ یہاں تک کہ حاکم و محکوم میں سے کوئی بھی ان سے مستثنیٰ نہیں ہے اور وہ سب پر برابر لاگو ہیں، گویا کہ یہاں پر صحیح معنوں میں قانون کی حکومت یعنی Rule Of Law ہے۔

7۔ مناصبِ حکومت میں اہلیت اور میرٹ کی پاسداری:

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ریاست کی کارکردگی اور اس کی کامیابی و ناکامی کا دارومدار اس کے ذمہ داران اور اراکین پر ہوتی ہے۔ لہٰذا اسلامی ریاست کے سربراہ کی انتہائی اہم ذمہ داری ہے کہ وہ انتظامی مناصب اور عہدوں پر ایسے لوگوں کا تقرر کرے جو اہل، دیانت دار، باصلاحیت اور ریاست کے مقصدِ وجود سے باخبر ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے اس مسئلے کی طرف اپنی پوری توجہ کی اور ریاستی عہدوں اور مناصب پر ایسے خداترس، باصلاحیت، بے لوث اور مخلص افراد کا تقرر کیا، جو دین کے مزاج شناس، تجربہ کار اور پختہ طور پر تربیت یافتہ تھے۔ اور آپ ﷺ نے انہیں یہ بات ذہن نشین کرا دی کہ سرکاری عہدے اور مناصب حصولِ عزت و جاہ اور کسب دنیا کے ذرائع نہیں ہیں۔ اس لیے ان کے حصول کی جدوجہد ہی غیر مستحسن ہے۔[68]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

عہدِ رسالت ﷺ میں سرکاری مناصب پر عاملوں کے تقرر و انتخاب میں آپ ﷺ کی حکومت خوب سے خوب تر کا اصول اختیار کرتی رہی، جو اس اصول سے انحراف کرتا، آپ ﷺ اسے اسلامی ریاست سے غداری پر محمول فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس □ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے مسلمانوں کے گروہ پر کسی ایسے شخص کو والی بنادیا کہ اس گروہ میں اس سے بہتر اور قرآن وسنت کو زیادہ جاننے والا شخص موجود تھا اور وہ یہ بات جانتا بھی تھا، تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور تمام مسلمانوں سے غداری کی۔[69] عہدِ نبوی ﷺ میں چونکہ یمن و حجاز اسلامی حکومت میں شامل ہو چکے تھے، اس لیے آپ ﷺ ان علاقوں میں والی مقرر کرتے ہوئے ان کے تقویٰ، علم و دانش اور عقل و عمل کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق □ کے مثالی اقدامات اس حوالے سے آئیڈیل حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں جوہر شناسی کی صفت سب سے بڑھ کر تھی اس ذریعہ سے انہوں نے تمام عرب کے قابل آدمیوں کو ان کی قابلیتوں کے لحاظ سے مناصب دیئے تھے، انہوں نے جس شخص کو جس کام پر مقرر کیا وہ گویا اسی کے لئے پیدا ہوا تھا۔ اس امر کا اعتراف غیر قوموں کے مورخوں نے بھی کیا ہے۔[70] مولانا حامد انصاری ریاستِ مدینہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

آپ ﷺ نے انتظامی حلقے قائم کئے، مدینے کو دارالسلطنت بنایا، اطراف کے لئے حکام کا تقرر کیا اور تقرر کا معیار یہ قرار پایا کہ کیرکٹر اوّل درجہ کا ہو، کام کی اہلیت ہو، علم سے بہرہ مند ہو، اور حاکم رائے عامہ کے مطابق مفاد عامہ کے لئے کام کرے۔[71]

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ انہیں کسی جگہ کی حکومت سونپ دی جائے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "يا أبا ذر إنك ضعيف وإنها أمانة وإنها يوم القيامة خزي وندامة إلا من أخذها بحقها وأدى الذي عليه فيها"[72] "اے ابوذر! تم کمزور ہو، اور یہ (حکومت و سربراہی) ایک امانت ہے، قیامت کے دن رسوائی اور پشیمانی ہے، مگر یہ کہ کوئی شخص برحق طریقے سے یہ امانت لے، اور اس کے جو حقوق اُس پر عائد ہوتے ہیں انہیں ٹھیک ٹھیک ادا کرے۔" حضرت ابوذر □ جلیل القدر صحابہ کرام میں سے ہیں اور آپ کے بارے میں بدعنوانی وغیرہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، لیکن چونکہ آپ پر عبادت اور زہد کا غلبہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے انہیں منصب سے دور رہنے کی تلقین فرمائی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ عبادات اور زہد و خلوت نشینی میں مصروف ہوں اور کسی کی حق تلفی ہو جائے۔

عصرِ حاضر میں اقرباپروری، رشوت ستانی، من پسند افراد کی تقرری اور ان جیسے عوامل کی بنیاد پر سرکاری اداروں کا کردار خراب سے خراب تر ہوتا جا رہا ہے، اس حوالے سے سربراہانِ ممالک اور اداروں کے ذمہ داران کی ذمہ داری ہے کہ اہلیت اور میرٹ کی پاسداری کو یقینی بنائیں، تاکہ اسلامی فلاحی ریاست کی تشکیل ممکن ہو سکے۔

8۔ بے لاگ احتساب کے لئے منظم اداروں کا قیام:

ریاستِ مدینہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے اسلامی فلاحی ریاست کے حوالے سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ اس میں مساوات اور غیر جانبدار احتساب کے لئے مستقل اداروں کا قیام ضروری ہے۔ مختلف شعبوں اور محکموں کے احتساب کے لئے باصلاحیت، دیانتدار اور اصول پسند افراد پر مشتمل ادارے قائم کئے جائیں تاکہ ملک سے کرپشن، بدعنوانی، ظلم، بددیانتی اور جرائم کا خاتمہ کیا جا سکے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مدینے کی ریاست محدود تھی جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ بنفسِ نفیس احتساب کی ذمہ داریاں نبھاتے تھے، مگر جوں جوں اسلامی ریاست کا دائرہ وسیع تر ہوتا گیا اس کے لئے مستقل افراد اور ادارے قائم ہوتے گئے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے دور میں بازار تشریف لے جا کر وہاں کے حالات کا جائزہ لیتے اور بدعنوانی، ملاوٹ اور دیگر جرائم کا سدِ باب فرماتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرتے ہوئے اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال دیا تو ہاتھ کے ساتھ

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

کچھ نمی لگ گئی، آپ ﷺ نے غلے کے مالک سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ) یہ بارش سے بھیگ گیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس من غش فليس مني[73]. "آپ نے اس کو غلے کے اوپر کیوں نہ رکھا کہ لوگ اس کو دیکھ لیتے؟ جس نے ملاوٹ کی وہ مجھ سے نہیں ہے۔" نیز آپ ﷺ عاملین اور گورنروں کا احتساب بذاتِ خود فرماتے اور اس معاملے میں کسی بھی لچک کا مظاہرہ نہیں فرماتے۔ اس کے علاوہ خصومات اور دیگر معاملات کے فیصلے بھی رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ بعد میں اس کے لئے مستقل ادارے اور افراد مقرر کئے گئے تاکہ مملکت کا نظم و نسق صحیح طریقے سے چلایا جاسکے اور احتساب کا بہترین نظام قائم کیا جاسکے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں دیگر کئی اداروں کی طرح بازار کی نگرانی کے لئے مستقل شعبے کا پتہ چلتا ہے، مشہور محدث محمد متقی ہندیؒ روایت کرتے ہیں: عن الزهري أن عمر بن الخطاب استعمل عبد الله بن عتبة على السوق.[74] "امام زہری سے روایت ہے کہ حضرت عمر□ نے حضرت عبداللہ بن عتبہؓ کو بازار کی نگرانی پر مقرر فرمایا۔"

بعد کے ادوار میں احتساب کے لئے بنیادی طور پر عدلیہ اور حسبہ کا نظام وجود میں آیا، جن کی فعالیت، غیر جانبداری اور معیاری ہونے کی بناء پر اسلامی ریاست روز افزوں روبہ ترقی تھی، لوگوں کے جان و مال محفوظ تھے، کرپشن، بدعنوانی، ظلم، ملاوٹ، رشوت، دھوکہ دہی اور اس طرح کے دیگر جرائم سے اسلامی معاشرہ معیاری احتساب کی بدولت پاک تھا، جس کی وجہ سے لوگ امن و سکون اور خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور مملکت بھی ترقی کے منازل طے کر رہی تھی، مگر جوں جوں اسلامی ممالک میں احتساب کا نظام کمزور ہوتا گیا اسلامی ممالک تنزل کے شکار ہوتے گئے یہاں تک وہ موجودہ پستی اور زوال کے دور میں داخل ہوگئے، لہٰذا مسلمان ممالک کے سربراہان پر لازم ہے کہ احتساب کے لئے مضبوط، معیاری اور غیر جانبدار نظام قائم کریں تاکہ امتِ مسلمہ اپنی عظمتِ رفتہ کی بحالی کا سفر طے کرسکے۔

خلاصہ بحث:

1۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات زندگی کے ہر انفرادی و اجتماعی معاملے میں انسانیت کی کامل راہنمائی کرتی ہیں۔

2۔ رسول اللہ ﷺ کے ریاستی اقدامات و انتظامات اسلامی فلاحی ریاست کے حوالے سے مثالی کردار ادا کرتے ہیں۔

3۔ اسلامی فلاحی ریاست کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلامی نظریہ حیات پر قائم ہو، اور اس میں اسلامی عقائد و نظریات اور اقدار کا مکمل تحفظ کیا جاتا ہے۔

4۔ فلاحی ریاست وہ ہوتی ہے جہاں رعایا کو مکمل جانی، مالی اور عزت و آبرو کا تحفظ حاصل ہو، اور جہاں وہ پر امن زندگی گزار سکتے ہوں۔

5۔ اسلامی فلاحی ریاست میں اقلیتوں کی جان، مال اور عزت و آبرو کا مکمل تحفظ کیا جاتا ہے اور انہیں مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے۔

6۔ اسلامی ریاست میں قانون کی بالادستی و حکمرانی ہوتی ہے اور عدل و انصاف کا نظام قرآن و سنت کے اصولوں پر مبنی ہوتا ہے۔

7۔ ریاستی اداروں کی کارکردگی اور معیار بہتر بنانے کے لئے اسلام نے احتساب کا جامع پروگرام دیا ہے۔

8۔ اسلامی فلاحی ریاست میں سرکاری عہدوں اور مناصب پر دیانت دار، قابل، باصلاحیت اور اہل لوگوں کا تقرر کیا جاتا ہے، جس سے ریاستی ترقی میں مدد ملتی ہے۔

9۔ اسلامی نقطہ نظر سے حکمران شہنشاہ نہیں بلکہ عوام کا خادم اور ان کے حقوق کا تحفظ کرنے والا ہوتا ہے، اس لئے اس پر سادگی اور کفایت شعاری کا اہتمام کرنا لازمی ہوتا ہے، اور شاہ خرچیوں اور فضول خرچیوں سے اجتناب کرنا ضروری ہوتا ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

تجاویز و سفارشات:

1۔ مسلم ریاستوں کو چاہئے کہ زندگی کے ہر شعبے اور ہر معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کے اقدامات سے راہنمائی حاصل کریں تاکہ حقیقی معنیٰ میں اسلامی فلاحی ریاستوں کا قیام ممکن ہو سکے۔

2۔ وطنِ عزیز پاکستان کو حقیقی معنیٰ میں اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے 1973ء کے آئین پر اس کی روح کے مطابق عمل درآمد کیا جائے، اور جملہ رائج الوقت قوانین کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھال کر غیر اسلامی نظاموں کا خاتمہ کیا جائے۔

3۔ ملکی و ملی ترقی کی خاطر تعلیمی نظام ونصاب کو اسلامی تعلیمات و اقدار اور ملکی و ملی تہذیب کے مطابق کیا جائے، اور عصری تعلیمی اداروں میں تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے۔

4۔ ملکی ترقی اور خوشحالی کے لئے سرکاری اداروں، بالخصوص انتظامیہ اور بیوروکریسی میں اسلامی تعلیمات اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کو فروغ دیا جائے۔

5۔ بے روزگاری کے خاتمے کے لئے عملی اقدامات کئے جائیں، غریب اور کمزور طبقات کی کفالت کے حوالے سے ریاست اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔

6۔ ملک سے لاقانونیت کے خاتمے کے لئے قانون کی بالادستی اور حکمرانی کو یقینی بنایا جائے اور تمام ادارے وارکانِ حکومت قانون کی نظر میں یکسانیت اور برابر قرار دیئے جائیں۔

7۔ سرکاری عہدوں پر دیانت دار، فرض شناس اور باصلاحیت افراد کا تقرر کیا جائے، جن میں خود احتسابی کا عنصر موجود ہو، اور ملک و قوم سے خیر خواہ ہوں۔

8۔ کرپشن، رشوت اور بدعنوانی کے خاتمے کے لئے محکمہ احتساب کو فعال بنایا جائے، اور اس میں اہل و دیانت دار افراد کا تقرر کیا جائے۔ اور کرپٹ عناصر کے خلاف موثر کارروائی کی جائے۔

9۔ سرکاری و انتظامی اداروں، سیاسی جماعتوں، اور اربابِ اقتدار کو اعلیٰ اخلاقی اقدار سے متعارف کرانے، ان میں سادگی اپنانے اور خود احتسابی کے جذبے کو بیدار کرنے کے لئے ان کی تربیت کا موثر انتظام کیا جائے۔

10۔ حقیقی معنیٰ میں اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے لئے نبوی ﷺ تعلیمات، اسلام کی اخلاقی اقدار اور اسوہ نبوی ﷺ کو مشعلِ راہ بنایا جائے، اور تمام انفرادی و اجتماعی معاملات قرآن وسنت کے مطابق انجام دینے کا اہتمام کیا جائے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] میثاقِ مدینہ کے متن اور دیگر تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، بیروت، دار الفکر، 119/2، 120۔ ابنِ کثیر، البدایہ والنہایہ، بیروت، دار المعرفہ، 224/3۔

[2] ابن منظور الافریقی، محمد بن مکرم لسان العرب، دار صادر، بیروت، ط:1، ج:6، ص:91

[3] چوہدری، محمد اعظم، ڈاکٹر، سیاسیات، نظریات اور اصول، غضنفر اکیڈمی، کراچی، 2003ء، ص89

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

[4] Hamilton Gibb and Harold Bowen, Islamic society and the west, oup, London p.9

[5] الإسفراييني، أبو عوانة يعقوب بن إسحاق (المتوفى: 316هـ)، مستخرج أبي عوانة، تحقيق: أيمن بن عارف الدمشقي، دار المعرفة، بيروت، ط 1، 1419هـ /1998م، باب ذكر أسامي المدينة، حديث: 3747، (2/ 439)

[6] الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب، أبو القاسم (المتوفى: 360هـ)، المعجم الكبير، المحقق: حمدي بن عبد المجيد السلفي، مكتبة ابن تيمية، القاهرة، ط2، ابوالاحوص سلام بن سليم عن سماک، حدیث:1987، 2/ 236

[7] مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ)، صحيح مسلم، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحياء التراث العربي، بيروت، باب المدينة تنفي شرارها، حديث: 1385، 2/ 1007

[8] ابن منظور، محمد بن مكرم، لسان العرب، دار صادر، بيروت، ط:1، 1/ 234

[9] الحموي، شهاب الدين أبو عبد الله ياقوت بن عبد الله الرومي (المتوفى: 626هـ)، معجم البلدان، دار صادر، بيروت، ط 2، 1995 م، 5/ 430

[10] الحموي، شهاب الدين أبو عبد الله ياقوت بن عبد الله الرومي (المتوفى: 626هـ)، معجم البلدان، دار صادر، بيروت، ط 2، 1995 م، 5/ 83

[11] ندوی، مولانا ابوالحسن علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ص80

[12] انصاری، مولانا حامد، اسلام کا نظام حکومت، لاہور، الفیصل ناشران، ص82،83

[13] ڈاکٹر، خطباتِ بہاولپور، اسلام آباد، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، 1992ء، ص341

[14] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی کا نظامِ حکمرانی، دارالاشاعت، کراچی، ص228

[15] سید قاسم محمود، ڈاکٹر حمید اللہؒ کی بہترین تحریریں، بیکن بکس، لاہور، ص:159

[16] الحج (22): 41

[17] Glory of Islam by Ahmed Amin, P.77 بحوالہ: انسان کامل ﷺ، ڈاکٹر خالد علوی، لاہور، الفیصل ناشران، 2002ء، ص348

[18] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، البداية والنهاية، دار إحياء التراث العربي، بيروت، 1408هـ، 269/5

[19] الطبري، محمد بن جرير، أبو جعفر، تاريخ الرسل والملوك، دار التراث، بيروت، ط:2، 1387 هـ، 3/ 249

[20] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر، البداية والنهاية، دار إحياء التراث العربي، بيروت، 1408هـ، 6/ 300

[21] پیغامِ پاکستان، محققین ادارہ تحقیقات اسلامی، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ط: 2018ء، ص14

[22] صفدر محمود، ڈاکٹر، آئین پاکستان، جہانگیر بکس، لاہور، ط: 2006ء، ص45

[23] أبو نعيم، أحمد بن عبد الله الأصبهاني (المتوفى: 430هـ)، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، دار الكتب العلمية، بيروت، 1409هـ، 107/1

[24] مبارک پوری، قاضی اطہر، خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم وتربیت، ادارہ اسلامیات، لاہور، ص:25

[25] الأزرقي، أبو الوليد محمد بن عبد الله المكي (المتوفى: 250هـ)، أخبار مكة، دار الأندلس، بيروت، 2/ 260)

[26] بارک پوری، قاضی اطہر، خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم وتربیت، ادارہ اسلامیات، لاہور، ص:29

[27] عبد الملك بن هشام (المتوفى: 213هـ)، السيرة النبوية، مطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، ط:2، 1375هـ / 1955م، 1/ 434

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

[28] البخاري، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، دار ابن كثير، بيروت، ط:3، 1407، كتاب التفسير، باب تفسير سورة { سبح اسم ربك الأعلى}، حديث: 4657، 1886/4

[29] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی کا نظامِ حکمرانی، دارالاشاعت، کراچی، ص 291

[30] البخاري، محمد بن إسماعيل صحيح البخاري، دار طوق النجاة، ط: 1، 1422ھ، كتاب الجهاد والسير، باب إذا فزعوا بالليل، حديث: 3040، ج:4، ص:39

[31] نفسِ مصدر، كتاب الجمعة، باب الجمعة في القرى والمدن، حديث: 893، 2/ 5

[32] الإسراء (17): 70

[33] البيهقي، أحمد بن الحسين، (المتوفى: 458ھ)، شعب الإيمان، مكتبة الرشد، الرياض، ط:1، 1423ھ، باب في قبض اليد عن الأموال المحرمة، حديث: 5105، 7/ 346

[34] نفسِ مصدر، حديث: 5106، 7/ 347

[35] بن أبي شيبة، الحافظ عبد الله بن محمد (المتوفي سنة 235 ھ)، الْمصنف في الأحاديث والآثار، دار الفكر، س ن، كتاب البيوع (أكل الربا وما جاء فيه)، حديث: 22005، 234/5

[36] مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، دار إحياء التراث العربي، بيروت، كتاب القسامة، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، حديث: 1679، 3/ 1306

[37] ملاحظہ ہو: جدید فقہی مباحث، اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ط:2009ء، 62/19

[38] أبو داود، سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، باب فيما يلزم الإمام من أمر الرعية والحجبة عنه، رقم الحديث:2950

[39] البيهقي، أحمد بن الحسين، السنن الكبرى، مجلس دائرة المعارف النظامية، الهند، باب ما على السلطان من القيام فيما ولى بالقسط والنصح للرعية والرحمة بهم والشفقة عليهم والعفو عنهم ما لم يكن حدا، رقم: 17087

[40] الكتاني، عبد الحي، التراتيب الإدارية، دار الكتاب العربي، بيروت، س ن، ص300

[41] نفسِ مصدر، ص281

[42] مبارک پوری، قاضی اطہر خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظامِ تعلیم وتربیت، ادارہ اسلامیات، لاہور، ص:32

[43] بخاری، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، مصر: دار طوق النجاة، ط1، 1422ھ، كتاب الادب، باب الساعي على المسكين، حديث: 6007

[44] أبو عبد الله الحسين بن الحسن، البر والصلة، الرياض: دار الوطن، ط1، 1419ھ، ص: 172، حديث: 335۔

[45] شبلی نعمانیؒ، علامہ، الفاروق، دارالاشاعت، کراچی، ط:1، 1991ء، ص:316، 317

[46] الترمذي، محمد بن عيسى، (المتوفى: 279ھ)، سنن الترمذي، دار الغرب الإسلامي، بيروت، 1998ء، أبواب الزهد، حديث:2343، 4/ 151

[47] بخاری محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، دار طوق النجاة ، مصر، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة، حديث: 1471، 123/2

[48] شبلی نعمانیؒ، علامہ، الفاروق، دارالاشاعت، کراچی، ط:1، 1991ء، ص:319

[49] الجوهري، أبو نصر إسماعيل بن حماد، الصحاح، دار العلم للملايين، بيروت، ط:4، 1407ھ، 1926/5

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

[50] القرضاوی، یوسف، اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض،ترجمہ: قیصر شہزاد، اداہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد،ط: 2011ء، ص7

[51] البخاري، محمد بن إسماعيل صحيح البخاري، دار طوق النجاة، مصر، كتاب الجزية، باب إثم من قتل معاهدا بغير جرم، حديث: 3166، 4/ 99

[52] لدھیانویؒ، مولانا یوسف، اصلاحی مواعظ، مکتبہ لدھیانوی، کراچی، ط:1، 2003، 293/6

[53] أبو داود سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، المكتبة العصرية، بيروت، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب في تعشير أهل الذمة، حديث: 3052، 171/3

[54] الطبری، ابوجعفر محمد بن جرير، تاريخ الامم والرسل والملوک، دارالكتب العلمية، بيروت، 1987ء، 503/2

[55] مصطفى السيوطي الرحيباني (1243هـ)، مطالب أولي النهى، المكتب الإسلامي ، بيروت، 1961ء، 2/ 603

[56] المتقي الهندي، علاء الدين علي (المتوفى: 975هـ)، كنز العمال، مؤسسة الرسالة، بيروت، كتاب الجهاد، أحكام أهل الذمة، حديث: 11457، 4/ 490

[57] الحصكفی، علاء الدين، الدر المختار، دار الفكر، بيروت، ط:2، 1412هـ، 4/ 171

[58] ابن زنجويه، أبو أحمد حميد بن مخلد، الأموال، مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية، السعودية،1406 هـ، 469

[59] سید قاسم محمود، ڈاکٹر حمید اللہؒ کی بہترین تحریریں، بیکن بکس، لاہور، ص: 157

[60] أبويوسف يعقوب بن إبراهيم، الخراج، المطبعةالسلفية، القاهرة، ط:2، 1382هـ، ص: 72

[61] أبو عبد الله، أحمد بن محمد بن حنبل (المتوفى: 241هـ)، مسند أحمد، مؤسسة الرسالة، ط:1، 1421هـ، مسند الكوفيين، حديث زيد بن أرقم، حديث: 19293، 32/ 48

[62] مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، دار إحياء التراث العربي، بيروت، كتاب الحدود، باب قطع السارق، حديث: 1688، 1315/3

[63] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، عہدِ نبویؐ میں نظام حکمرانی، ص 175

[64] علامہ شبلی نعمانیؒ، الفاروق، دارالاشاعت، کراچی، ط:1، 1991ء، ص303

[65] علامہ شبلی نعمانیؒ، الفاروق، دارالاشاعت، کراچی، ط:1، 1991ء، ص303

[66] پروفیسر عبدالجبار شیخ، سیرتِ مجمع کمالات ﷺ، سیالکوٹ، ادارہ تعلیماتِ سیرت ﷺ، ص282

[67] ندوی، علامہ سید سلیمان، اسلام میں عمال حکومت اور ان کی ذمّے داریاں، دعوہ اکیڈمی، اسلام آباد،1989ء ص9

[68] نثار احمد، ڈاکٹر عہدِ نبوی ﷺ میں ریاست کا نشوو ارتقاء، نشریات، لاہور، 2008ء، ص406

[69] الطبراني، سليمان بن أحمد، المعجم الكبير، مكتبة العلوم والحكم، الموصل، ط:2، 1404، باب العين، أحاديث عبد الله بن العباس، حديث: 11216، 11/ 114

[70] علامہ شبلی نعمانیؒ، الفاروق، دارالاشاعت، کراچی، ط:1، 1991ء، ص310

[71] انصاری، مولانا حامد، اسلام کا نظامِ حکومت، مکتبہ عالیہ، لاہور، 1987ء، ص97

[72] مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، باب كراهة الامامة بغير ضرورة، رقم:4683، ج:3، ص:1457

[73] مسلم بن الحجاج القشيرى، صحيح مسلم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم من غشنا فليس منا،رقم الحديث:102

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 5 | Issue 1 |July –December 2021
DOI:

---

[74] المتقی الهندی، علاء الدین علي بن حسام الدین (المتوفى: 975هـ)، کنز العمال، مؤسسة الرسالة، ط:5،1401هـ، ج:5، ص:815

@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).